بسم اللہ الرحمان الرحیم

مساجد میں خواتین کی آمد

ایک تاریخی وفقہی مطالعہ

الیاس نعمانی

فہرست

مساجد میں خواتین کی آمد کا شرعی حکم

۱۵-۲۸

پیش لفظ

اللّٰھُمَّ لاَ عِلمَ لَنا إلاَّ مَا عَلَّمتَنا، إنَّکَ أنتَ العَلِیمُ الحَکِیم، اللّٰھُمَّ عَلِّمنا مَا یَنفَعُنا، وَانفَعنا بِمَا عَلَّمتَنا، وَزِدنَا عِلماً. آمین

خواتین کی مسجد آمد سے متعلق راقم کے مطالعہ اور غور وفکر کا حاصل زیر نظر کتابچہ کی صورت میں نذرِ قارئین ہے۔اس کی تحریر پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے، کہ یہ اسی قسّامِ ازل کی توفیق ارزانی کا ثمرہ ہے۔

یہ رسالہ بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم ہے، پہلا حصہ اسلامی تاریخ میں مسلم خواتین کی مسجد آمد کی روایت پر روشنی ڈالتا ہے،تو دوسرا حصہ اس مسئلہ کے فقہی پہلو سے بحث کرتا ہے۔

اس موقع پر یہ عرض کرنا بھی ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس کم علم کے نزدیک یہ موضوع صرف ایک فقہی جزئیہ کی تحقیق وتنقیح سے عبارت نہیں ہے، بلکہ (جیسا کہ اس رسالہ کے آخری صفحات سے واضح ہوگا) یہ ایک ایسے مسئلہ سے اعتنا ہے جس پر راقم کے نزدیک امت کے اُس نصف حصہ (خواتین) کی عمومی اصلاح وتربیت کا بڑی حد تک مدار ہے جس کی آغوش میں امت کا مستقبل یعنی اس کی نسلِ نو کو پروان چڑھنا ہے۔

امید ہے کہ قارئین اس کتابچہ کی گزراشات پر سنجیدہ وموضوعی طرز پر غور وفکر فرمائیں گے،راقم کو اس کی غلطیوں پر متنبہ فرمائیں گے،اور اگر کچھ خیر اس میں ہوگا تو اس کو قبول فرمائیں گے۔

اللّٰھُمَّ أَلهِمنَا رُشدَنا وَقِنَا شَرَّ أنفُسِنا

الیاس نعمانی

مساجد اور خواتین

عہد نبوی سے اب تک کا ایک تاریخی مطالعہ

مساجد کا مقام اور کردار:

امت مسلمہ کے لیے مسجد کی حیثیت صرف ایسی عبادت گاہ کی نہیں ہے جہاں مسلمان چند رکعت نمازیں پڑھنے کے ارادہ سے تھوڑی دیر کے لیے آئیں اور چلے جائیں، رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات اور آپ کے اسوۂ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں مسجد مسلم معاشرہ کی پوری دینی زندگی کا محور تھی، اور اسے آپ مسلمانوں کی دینی تعلیم وتربیت کا ایک ایسا نہایت سرگرم مرکز دیکھنا چاہتے تھے جہاں سے ان کا ہر فرد بنیادی دینی علم اور صحیح دینی شعور حاصل کرے، نیز اس کی اصلاح وتربیت وذہن سازی کا عظیم کام بھی وہیں سے انجام پائے۔

مسجد نبوی کا اسوہ:

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں آپ کی مسجد تعلیم گاہ بھی تھی، اور تربیت وتزکیہ کا ایک بے مثال مرکز بھی، وہاں باقاعدہ تعلیمی حلقے لگتے تھے، ذکر کی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں، وعظ وارشاد کا سلسلہ قائم رہتا تھا، ہفتہ میں ایک بار تو جمعہ کا خطبہ ہوتا، جس میں پورے مدینہ اور گردوپیش کی بستیوں کے مسلمان جمع ہوتے،

اور آپ ان کو اپنی ہدایات ومواعظ سے مستفید فرماتے، اس کے علاوہ فجر کی نماز کے بعد آفتاب طلوع ہونے تک بالعموم آپ اپنے مصلے پر ہی تشریف رکھتے (۱)، علامہ سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں: ''اور یہی وقت دربار نبوت کا ہوتا، لوگ پاس آکر بیٹھتے، اور آپ ان کو مواعظ ونصائح تلقین فرماتے'' (۲)۔ اور علامہ شبلی نعمانیؒ کا خیال ہے کہ: ''......اس قسم کی مجالس کے لیے جو خاص وقت مقرر تھا وہ صبح کا تھا، فجر کے بعد آپ بیٹھ جاتے اور فیوض روحانی کا سرچشمہ جاری ہوجاتا (۳)''۔

متعدد روایات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر نمازوں کے بعد بھی موقع بموقع آپ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے، اور لوگوں کو خطاب فرماتے، ان کے علاوہ بھی کبھی کبھی آپ مسجد میں تشریف لے آتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے یا دین کے احکام کی تعلیم دیتے۔

آپ کی عدم موجودگی میں بھی صحابہ کے تعلیم وذکر کے حلقے لگتے، جن میں صحابہ باقاعدہ تعلیمی مذاکرے کرتے، کوئی معلم ہوتا جس سے دوسرے علم حاصل کرتے، ایسے ہی ایک موقع کا ذکر ہے کہ آپ مسجد میں تشریف لائے، دیکھا دو حلقے لگے ہوئے ہیں، ایک حلقہ میں تعلیم ہورہی ہے تو دوسرے حلقہ میں ذکر ہورہا ہے، آپ نے دونوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، لیکن تعلیم والے حلقہ کو زیادہ افضل بتایا (۴)۔ بعض روایات سے ان مجلسوں میں تعلیم کی صورت وترتیب واضح ہوتی ہے، مثلاً حضرت جندب بن عبداللہؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ایمان (عقائد) کی تعلیم ہوتی اور پھر قرآن مجید کی تعلیم کا آغاز ہوتا (۵)، ایک اور روایت سے قرآن مجید کی تعلیم کا یہ طرز معلوم ہوتا ہے کہ پہلے

---

(۱) مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل الجلوس في مصلاہ بعد صلاۃ الصبح، حدیث نمبر: ٦٧٠۔

(۲) سیرت النبی، ۲/۲۱۲، مطبوعہ: دار المصنفین، اعظم گڑھ، ۱۴۰۵ھ۔

(۳) حوالۂ بالا، ۲/۲۲۹

(۴) ابن ماجہ: مقدمہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث نمبر: ۲۲۹۔

(۵) ابن ماجہ: مقدمہ: باب في الایمان، حدیث نمبر: ٦١۔

(تقریبا) دس آیات پڑھادی جاتیں یا یاد کرادی جاتیں، پھران کی تفسیر پڑھائی جاتی، اور عملی تقاضے واضح کیے جاتے، پھر اگلی دس آیات کی اسی طرح تعلیم ہوتی (۱)۔

مسجد میں ہونے والی ان تعلیمی سرگرمیوں میں شریک ہونے کے فضائل بتا کر رسول ﷺ لوگوں کو ان میں شرکت کی ترغیب دیتے، مثلا ایک مرتبہ فرمایا: ''میری اس مسجد میں جو شخص خیر کا علم سیکھنے یا سکھانے کی نیت سے ہی آتا ہے وہ مجاہد فی سبیل اللہ کے مثل ہے (۲)''۔

اس کے علاوہ ایسے طالب علموں کے لیے جن کے پاس مدینہ میں قیام کا کوئی بندوبست نہ ہو مسجد کے ایک حصہ میں (یا مسجد سے ملحق) ایک 'صُفّہ' (چبوترا) بنادیا گیا تھا جس میں وہ قیام کرسکیں۔

مسلم امت کی تعلیم وتربیت کے علاوہ بھی یہاں متعدد کام انجام پاتے، اسی مسجد میں بالعموم نوخیز مسلم مملکت کے لیے شوری کا اجلاس منعقد ہوتا، عدالت قائم ہوتی، مدینہ منورہ کے سماجی مسائل حل ہوتے، غریبوں کے لیے فوری امداد کی کوششیں ہوتیں، اور بھی بہت کچھ ہوتا، لیکن ذخیرۂ حدیث وسیرت سے بالکل واضح ہے کہ سب سے زیادہ جو سرگرمی رسول اکرم ﷺ کی مسجد میں انجام پاتی وہ تعلیم وتربیت کے حلقے اور وعظ وارشاد کی مجلسیں تھیں۔

اور خواتین.......:

آپ ﷺ کی اس مسجد میں خواتین بھی نماز میں شریک ہوتیں، اور بڑی تعداد میں ہوتیں، جس کا اندازہ ان روایات سے بخوبی ہوسکتا ہے جن میں خواتین کی کئی صفوں کا تذکرہ ملتا ہے (۳)، خیال رہے

(۱) مسند احمد، مسند الانصار، حدیث رجل من أصحاب النبي ﷺ، حدیث نمبر: ۲۳۴۸۲۔

(۲) ابن ماجہ: مقدمہ: باب فضل العلماء، حدیث نمبر: ۲۲۷۔

(۳) مثلا ملاحظہ ہو: مسلم: کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتها، حدیث نمبر: ۴۴۰، صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب قصۃ الجساسۃ، حدیث نمبر: ۲۹۴۲۔

کہ یہ صفیں خاصی لمبی ہوتی تھیں، اس لیے کہ مسجد نبوی کی اولین تعمیر کے وقت ہی مسجد کی چوڑائی تیس میٹر تھی، اور غزوۂ خیبر کے بعد جب مسجد میں مزید توسیع ہوئی تو مسجد کی چوڑائی پچاس میٹر ہوگئی (۱)، ایک میٹر میں بسہولت دو خواتین نماز کے لیے کھڑی ہوسکتی ہیں، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نماز باجماعت میں خواتین کی کتنی تعداد شریک ہوتی تھی۔

بلکہ صحیح بخاری وصحیح مسلم سمیت متعدد کتب حدیث میں درج ایک روایت تو بتاتی ہے کہ خواتین (غالبا رات کی) نفل نمازیں بھی دیر تک مسجد میں پڑھتی تھیں، یہ حضرت انسؓ کی روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ نے دیکھا کہ مسجد کے دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی ہے، دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت زینب کی رسی ہے، وہ (نفل نمازیں پڑھتے پڑھتے) تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹکتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رسی کھول دو، جب تک نشاط رہا کرے تب تک ہی نماز پڑھا کرو، اور جب نشاط نہ رہے تو بیٹھ جایا کرو (۲)۔

صحیح مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورا (دس محرم) کے دن صحابیات بھی مسجد میں خاصا وقت گزارا کرتیں (۳)۔

اس کے علاوہ متعدد روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کی طرح خواتین کے لیے بھی ایک مخصوص 'صُفّہ' مسجد نبوی میں (یا مسجد نبوی سے ملحق) موجود تھا (۴)، بظاہر اس کی تعمیر کا مقصد بھی وہی ہوگا جس کے پیش نظر مردوں کا معروف 'صُفّہ' تعمیر کیا گیا تھا۔

---

(۱) تاریخ المسجد النبوی الشریف، از: محمد الیاس عبد الغنی، ص: ۴۱، ۴۲، طبع اول، ۱۹۹۶ء۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب أمر من نعس في صلاته......، حدیث نمبر: ۷۸۴۔

(۳) صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب من أکل في عاشوراء فلیکف بقیة صومه، حدیث نمبر: ۱۱۳۶۔

(۴) مثلا ملاحظہ ہو: ابوداؤد: أوّل کتاب الحدود، باب ما یقطع فیه السارق، حدیث نمبر: ۴۳۸۶، مسند احمد: مسند النساء، مسند بقیرة، ۲۷۱۳۰۔

ذخیرۂ احادیث میں ایک ایسی سیاہ فام خاتون کا بھی تذکرہ ملتا ہے جو مسجد نبوی میں جھاڑو لگایا کرتی تھیں(۱)۔

روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کی مسجد آمد صرف مسجد نبوی تک ہی نہیں محدود تھی، بلکہ دیگر مقامات پر بھی باجماعت نماز میں خواتین حاضر ہوا کرتی تھیں (۲)۔

● ایک لائق توجہ بات:

ذخیرۂ حدیث کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں بعض حضرات کو اپنے گھر کی خواتین کو مسجد آنے کی اجازت دینے کے سلسلے میں تذبذب ہوتا تھا، لیکن ایسے حضرات کو رسول اللہ ﷺ نے یہ واضح ہدایت دی تھی کہ وہ اپنی خواتین کو مسجد آنے سے نہ روکیں، صحیح بخاری وصحیح مسلم سمیت متعدد حدیث کی کتابوں میں اس موقع کا آپ ﷺ کا ارشاد ان الفاظ میں روایت کیا گیا ہے: ''لا تَمْنَعُوا إماءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰه'' (اللہ کی بندیوں کو مسجد آنے سے نہ روکو)۔ ہاں البتہ آپ ﷺ نے خواتین کو یہ ہدایت ضرور فرمائی کہ وہ مساجد آتے وقت اپنی ہیئت کو سادہ و بے زینت رکھیں (۳)۔

عہد نبوی کے بعد:

● خلافت راشدہ میں:

حدیث وتاریخ کی کتابوں اور روایات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواتین کی مسجد آمد کا جو

---

(۱) ابن ماجہ: کتاب الجنائز، باب ما جاء في الصلاة على القبر، حدیث نمبر: ۱۵۲۷۔

(۲) مثلاً ملاحظہ ہو: سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من أحق بالامامة، حدیث نمبر: ۵۸۵۔

(۳) ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء في خروج النساء الى المسجد، حدیث نمبر: ۵۶۵۔

سلسلہ عہد نبوی میں جاری ہوا تھا، وہ خلافت راشدہ اور اس کے بعد کے عہدوں میں جاری وساری رہا، خواتین مساجد میں آتی رہیں، فرض نمازوں میں باجماعت شریک ہوتی رہیں، بلکہ جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں تراویح کی نماز کا باقاعدہ نظام بنایا گیا تو اس غیر فرض نماز کے لیے بھی خواتین کی جماعت کا اہتمام مسجد کے صحن میں کیا گیا، جس کی امامت حضرت سلیمان بن ابی حثمہ فرماتے تھے، پھر عہد عثانی میں تراویح کی جماعت میں بھی دوسری نمازوں کی طرح مردوں اور عورتوں کی ایک ہی جماعت ہونے لگی (۱)۔ اس عہد میں بھی گو کہ مسلم معاشرہ کے بعض افراد کو مساجد میں خواتین کی آمد پر بعض اشکالات رہے، مثلاً حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد بہت مشہور ہے کہ: ''اگر رسول اللہ ﷺ آج کی خواتین کو دیکھ لیتے تو انھیں مسجد آنے سے روک دیتے'' (۲)۔ لیکن یہ سچ ہے کہ جمہور علمائے صحابہ کی رائے ممانعت کی نہیں ہوئی، اور خواتین مساجد میں آتی رہیں۔

ایک غلط بات جو مشہور ہوگئی:

ہمارے بعض علما وفقہا کے یہاں یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں خواتین کو مسجد آنے سے روک دیا تھا، لیکن یہ ایک بے بنیاد بات ہے جو نہ جانے کیوں مشہور ہوگئی، حدیث وتاریخ کی کسی روایت سے اس کی تائید نہیں ہوتی، بلکہ متعدد روایات سے اس کا غلط اور بے بنیاد ہونا ثابت ہوتا ہے، مثلاً مسند احمد کی ایک صحیح روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی حیات طیبہ میں جو آخری نماز مسجد نبوی میں ادا فرمائی تھی، جس میں ان پر جان لیوا حملہ ہوا تھا اس نماز میں بھی ان کی اہلیہ مسجد میں حاضر تھیں (۳)، ظاہر ہے کہ اگر حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں خواتین کی مسجد آمد پر پابندی لگادی

---

(۱) طبقات ابن سعد، ۷/۳۰، مطبوعہ قاہرہ، مصر۔

(۲) مسند احمد: مسند عائشہ، حدیث نمبر: ۲۴۴۰۶۔

(۳) مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمر ۴۵۲۲۔

ہوتی تو ان کی آخری با جماعت نماز میں ان کی اہلیہ مسجد میں کیسے موجود ہوتیں۔

ایک اور روایت بھی (جس کا تعلق بھی حضرت عمر فاروقؓ کے ہی گھرانے سے ہے) یہ ثابت کرتی ہے کہ خواتین کی مسجد حاضری پر کوئی ممانعت نہیں کی گئی تھی، یہ روایت صحیح مسلم و دیگر کتبِ حدیث میں درج ہوئی ہے، اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ حدیثِ نبوی نقل کی کہ: ''اگر تمھاری خواتین مساجد میں حاضری کی اجازت تم سے چاہیں تو انھیں منع نہ کرنا''، یہ سن کر ان کے صاحبزادے حضرت بلال بن عبداللہ نے عرض کیا کہ ''بخدا ہم تو روکیں گے''، حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹے کی زبان سے یہ بات سنی تو ان پر ایسی سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ ان کے ایک اور صاحبزادے حضرت سالم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کو ایسے سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے کبھی اور نہیں سنا، پھر فرمایا: ''میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سناتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ بخدا ہم تو روکیں گے'' (۱)، مسند احمد کی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اپنے ان صاحبزادے سے ایسے ناراض ہوئے کہ پھر وفات تک ان سے گفتگو نہیں فرمائی (۲)۔ ظاہر کہ یہ تمام باتیں بتاتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں خواتین کی مسجد حاضری پر پابندی نہیں لگائی تھی، اس لیے کہ اگر یہ پابندی لگ گئی ہوتی تو کبھی بھی حضرت عبداللہ بن عمر اور ان کے صاحبزادے کے درمیان یہ گفتگو نہ ہوئی ہوتی، اور نہ آپ اپنے صاحب زادے پر اس طرح خفا ہوئے ہوتے۔ حضرت عمر کی جانب اس پابندی کی نسبت کے غلط ہونے کا ایک اور ثبوت عہد عثمانی میں تراویح کی نماز میں خواتین کی حاضری کی وہ روایت بھی ہے جو ابھی آپ نے اوپر پڑھی ہے۔

بہر حال ان تمام دلائل و روایات سے یہ بات بالکل ثابت ہوجاتی ہے کہ حضرت عمرؓ کی جانب

---

(۱) صحیح مسلم، ۴۴۲، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء الی المساجد۔

(۲) مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمر، حدیث نمبر: ۴۹۳۳]۔

خواتین کی مسجد آمد پر پابندی لگائے جانے کی نسبت بالکل غلط ہے۔

● خلافت راشدہ کے بعد:

خلافت راشدہ کے بعد بھی خواتین کی مسجد آمد کا سلسلہ جاری رہا، جو آج تک بلا انقطاع عالم اسلام کے اکثر حصوں میں جاری ہے۔

بلکہ خلافت راشدہ کے بعد مساجد کے اندر خواتین کی سرگرمیوں کی فہرست میں ایک حیرت ناک اضافہ ہوا، اب تک تو وہ مساجد میں صرف نمازیں پڑھتیں اور خطبات ومواعظ سنتیں، اب مساجد میں کچھ باکمال خواتین کے درس ومواعظ کے حلقے بھی لگنے لگے، تراجم وطبقات کی کتابوں میں ایسی بہت سی خواتین کے تذکرے ملتے ہیں جو مساجد میں درس دیتیں، یا ان کی وعظ ونصائح کی مجلسیں مساجد میں منعقد ہوتیں، ہم ایسی چند خواتین کا مختصر تذکرہ ذیل میں کررہے ہیں، جس سے اس وقت کے مسلم معاشرہ میں خواتین کی دینی سرگرمیوں اور علمی شغف ودلچسپیوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

۱-معروف صحابی حضرت ابو درداءؓ کی دوسری اہلیہ ام درداء الصغیرۃ (م۸۲ھ) کا شمار عہد تابعین کی ممتاز ترین اہل علم خواتین میں ہوتا ہے، امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ان کا حلقۂ درس جامع دمشق کے شمالی حصہ میں لگتا تھا، جس میں مرد بھی شرکت کرتے تھے، یہاں تک کہ امیر المومنین عبد الملک بن مروان، جو خود بھی اپنے زمانے کے ممتاز ترین علما میں سے ایک تھے، ان کے حلقہ میں بیٹھا کرتے (۱)۔

۲-ام الکرام کریمہ بنت احمد المروزیہ (م۴۶۳ھ) اپنے عہد کی ممتاز محدثہ تھیں، صحیح بخاری کا ان کا نسخہ معتبر ترین نسخوں میں سے ایک ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح بخاری فتح الباری میں بلا مبالغہ سیکڑوں مقامات پر ان کے نسخے کا حوالہ دیا ہے، خطیب بغدادی جیسے امام ومحدث وقت نے ان کی خدمت میں صحیح بخاری کا ان کا نسخہ پڑھ کر اجازت لی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس محدثہ ومسندۂ وقت

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر: ۵۳/۹، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، لبنان۔

نے زندگی کا بڑا حصہ مسجد حرام مکۂ مکرمہ کے اندر گزارا(۱)۔

۳- حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے اپنی معروف کتاب 'تاریخ دمشق' میں ایک اپنی ہم عصر خاتون فاطمہ بنت سہلؒ کا تذکرہ کیا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ وہ 'العالمۃ الصغیرۃ' کے نام سے معروف تھیں، اور ایک مسجد میں وعظ کہا کرتی تھیں (۲)۔

۴- ام محمد سارہ بنت شمس الدین (م ۷۱۷ھ)، حافظ البرزالیؒ نے لکھا ہے کہ خود انھوں نے حطیم (مسجد حرام، مکہ مکرمہ) میں ام سارہ سے حدیث کا درس لیا (۳)۔

۵- زینب بنت احمد مقدسیہ (م ۷۴۰ھ) آٹھویں صدی ہجری کی معروف محدثہ تھیں، 'بنت الکمال' کے نام سے معروف تھیں، امام ذہبی، ابن بطوطہ اور تاج الدین سبکی جیسے عباقرۂ وقت ان کے شاگرد تھے، ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان کے درس میں طلبہ کا اژدحام رہتا، ابن العماد نے شذرات الذہب میں لکھا ہے کہ دور دور سے طلبہ ان سے حصولِ علم کے لیے رخت سفر باندھتے، معروف سیاح ابن بطوطہ جب دمشق پہنچا تو جامع اموی میں ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوا (۴)۔

اسلامی تاریخ میں خواتین کی مساجد میں حاضری کے سلسلے میں جو کچھ اوپر عرض کیا گیا ہے وہ درحقیقت حد درجہ اختصار کے ساتھ عرض کیا گیا ہے، ورنہ عہد نبوی سے لے کر اب تک مسلم خواتین کی مساجد میں حاضری اور وہاں کے خیر سے ان کے استفادہ کی مکمل تاریخ شاید متعدد جلدوں پر مشتمل ایک

(۱) سیر اعلام النبلاء، ذہبی: ۲۳۳/۱۸-۲۳۵، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالہ۔

(۲) تاریخ مدینۃ دمشق، ابن عساکر: ۲۵/۷۰، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، لبنان۔

(۳) الوفیات، حافظ البرزالی: ۴۳۲، مطبوعہ: کویت۔

(۴) الاعلام، زرکلی، ۶۵/۳، مطبوعہ: دار العلم للملایین، شذرات الذہب، ابن العماد، ۵۵/۶ [شاملہ]، أعلام النساء، عمر رضا کحالہ، ۴۷/۲۔

تصنیف میں سما سکے، حدیث وسیرت اور تاریخ وتراجم کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح اور ناقابل تردید حقیقت کی صورت میں سامنے آتی ہے کہ قرون اولیٰ اور بعد کے زمانوں میں مسلم خواتین کی ایک بڑی تعداد مساجد اور عیدگاہوں میں حاضر ہوتی، نمازیں پڑھتی، دروس اور مواعظ کی مجلسوں میں شرکت کرتی، اور مسلم معاشرہ میں یہ چیز کچھ معیوب نہ سمجھی جاتی۔

مساجد میں خواتین کی آمد کا شرعی حکم

فقہائے اسلام کی اکثریت چند شرطوں کے ساتھ مساجد میں خواتین کی حاضری کی اجازت دیتی ہے، البتہ فقہائے احناف کا موقف کچھ تفصیل چاہتا ہے، جو ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

فقہائے متقدمین کے بعض اقوال میں اس کو جائز قرار دیا گیا ہے، مثلا امام سرخسیؒ نے اپنی کتاب المبسوط میں امام ابوحنیفہؒ کا ایک قول بروایتِ حسن بن زیادؒ یہ نقل کیا ہے کہ خواتین کے لیے مسجد میں اعتکاف جائز ہے، گوکہ ان کا گھر میں اعتکاف کرنا زیادہ بہتر ہے، امام سرخسی نے اسی قول کو صحیح بھی کہا ہے(۱)۔

لیکن متقدمین کے اکثر اقوال میں خواتین کی مسجد حاضری کو 'مکروہ' قرار دیا گیا ہے، جس سے مراد 'مکروہ تنزیہی' ہے، 'مکروہ تحریمی' نہیں، (مکروہ تنزیہی' اس عمل کو کہتے ہیں جس کا کرنا جائز تو ہو لیکن خلافِ اولیٰ ہو، یعنی اس کا نہ کرنا زیادہ بہتر ہو، اور کرنے میں کوئی گناہ نہ ہو، جب کہ 'مکروہ تحریمی' وہ عمل کہلاتا ہے جس کا کرنا جائز نہ ہو)(۲)۔

فقہائے متقدمین کے یہاں خواتین کی مسجد حاضری کو 'مکروہ' قرار دینے سے مراد اس کو 'مکروہ تنزیہی' کہنا ہے 'مکروہِ تحریمی' قرار دینا نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ متعدد متقدمین کے یہاں اس کو مکروہ قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کے جواز کی صراحت بھی ملتی ہے، اور جواز کا حکم 'مکروہ تنزیہی' کے ساتھ تو

---

(۱) المبسوط، ۱۱۹/۳، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت۔

(۲) ملاحظہ ہو: ردالمحتار، ابن عابدین شامیؒ، مطبوعہ: دار عالم الکتب، ریاض، ۲۵۸/۱

لگایا جاسکتا ہے 'مکروہ تحریمی' کے ساتھ نہیں، مثلاً فتاویٰ عالمگیری میں امام سرخسی کی المحیط کے حوالے سے لکھا گیا ہے: ''وَلَوِ اعْتَكَفَتْ فِي مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ جَازَ وَيُكْرَه وَالأول أولىٰ''(۱) (باجماعت نماز جس مسجد میں ادا کی جاتی ہو وہاں خاتون کا اعتکاف کرنا جائز ومکروہ ہے، جب کہ پہلی صورت [یعنی گھر میں اعتکاف کرنا] زیادہ بہتر ہے)، فتاویٰ عالمگیری کے مرتبین نے اس کے بعد جو تحریر کیا ہے وہ بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے: 'وَمَسْجِدُ حَيِّها أَفْضَلُ لَها مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَعْظَم'' (خاتون کے لیے اپنے محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کرنا بڑی مسجد میں اعتکاف کرنے سے افضل ہے)۔

فتاویٰ عالمگیری کے سلسلے میں اہل علم جانتے ہیں کہ وہ کسی ایک فقیہ کی رایوں کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ اپنے وقت کے ممتاز ترین فقہائے احناف کی ایک جماعت کے ذریعہ مرتب کیا گیا فقہ حنفی کے مستند ومفتیٰ بہ اقوال کا مجموعہ ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب سے پونے چار سو برس قبل تک ممتاز فقہائے احناف کی اس جماعت کے نزدیک مفتیٰ بہ قول یہ تھا کہ خواتین کے لیے مسجد میں آنا جائز ہے، لیکن مکروہ بمعنیٰ خلافِ اولیٰ ہے۔اس طرح دیکھیے تو مکروہ بتانے والے اقوال بھی درحقیقت جواز پر ہی دلالت کر رہے ہیں۔

حالانکہ فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب وتدوین سے پہلے بھی بعض فقہائے احناف اس بات کے قائل تھے کہ فقہ حنفی میں خواتین کے لیے مسجد میں حاضری کو 'مکروہ' کہنے کا مطلب 'مکروہ تحریمی' قرار دینا ہے، مثلاً امام عینیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے، بالخصوص ہمارے زمانے میں کہ اہل زمانہ میں بہت بگاڑ آ گیا ہے، ''قَوْلُهُم يُكْرَه مُرادُهُم يُحَرَّم لا سِيَّما فِي هٰذا الزَّمانِ لِشُيُوعِ الْفَسَادِ في أَهْلِه''(۲)۔

---

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، ۱/۲۱۱، مطبوعہ: دار صادر بیروت۔

(۲) عمدةُ القاري، ۴/۶۴۶، مطبوعہ زکریا بکڈپو، دیوبند۔

یہی مکروہ تحریمی والی رائے اب برصغیر کے احناف علما کے یہاں مقبول رائے ہے، اور اب فتویٰ اسی کے مطابق دیا جاتا ہے۔ گو کہ دنیا کے متعدد ممالک میں احناف علما وفقہا کی ایک تعداد مساجد میں خواتین کو حاضری سے نہیں روکتی، عراق ومصر جیسے ممالک جہاں احناف کی ایک بڑی تعداد آباد ہے وہاں حنفی خواتین مساجد حاضر ہوتی ہیں، اور انھیں وہاں کے احناف علما کی جانب سے نہیں روکا جاتا، اسی طرح ترکی کی سو فیصد آبادی حنفی ہے، اور مساجد میں خواتین کی حاضری عام بات ہے۔

'کراہتِ تحریمی' کے دلائل:

خواتین کی مسجد حاضری کو 'مکروہ تحریمی' یا ممنوع قرار دینے کے چند دلائل دیے جاتے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- موجودہ زمانہ پرفتن ہے، فتنہ، فساد اور بے حیائی عام ہے، ایسی صورت میں خواتین کے مسجد آنے میں شدید فتنہ کا اندیشہ ہے، لہٰذا بطور 'سدِّ ذریعہ' خواتین کا مسجد آنا ممنوع ہے۔ 'سدِّ ذریعہ' ایک فقہی اصطلاح ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو جائز کام کسی ناجائز امر کا سبب بنتا ہو اس کو بھی ممنوع قرار دیا جائے تاکہ اس کے نتیجہ میں وجود میں آنے والے ناجائز امر کو وجود میں آنے سے روکا جا سکے۔

۲- حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد فرمایا تھا: ''اگر رسول اللہ ﷺ آج کی خواتین کو دیکھ لیتے تو انھیں مسجد آنے سے روک دیتے'' (۱)۔

۳- حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں خواتین کو مسجد آنے سے روک دیا تھا، اور اس پر گویا صحابہ کا اتفاق ہو گیا تھا۔

---

(۱) مسند احمد، مسند عائشہ: ۲۴۴۰۶۔

ان دلائل کا جائزہ:

خواتین کے لیے مسجد حاضری کو ممنوع قرار دینے کے یہی وہ دلائل ہیں جو اس سلسلہ کے فتاویٰ میں ہمیں مختلف الفاظ میں پڑھنے کو ملتے ہیں، ذیل میں ان دلائل کا طالبِ علمانہ جائزہ حاضر ہے:

- حضرت عمر کے ذریعہ خواتین کو مسجد میں آنے سے روکے جانے اور اس پر صحابہ کے اتفاق یا اجماع کے سلسلہ میں ہم نے پیچھے ''ایک غلط بات جو مشہور ہوگئی'' کے زیر عنوان جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ یہ دعویٰ بالکل بلا دلیل ہے، اس کے حق میں کوئی ایک دلیل بھی ہمارے مصادر ومراجع میں نہیں ہے، بلکہ کتبِ حدیث وتاریخ کی متعدد روایات اس دعوے کو غلط ثابت کرتی ہیں، پھر خلافت راشدہ اور اس کے بعد کی اب تک کی تاریخ میں عالم اسلام کی خواتین کی مسجد حاضری کا سلسلہ کبھی بھی منقطع نہیں ہوا ہے، اور آج تک جاری ہے، جس کی قدرے تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

- حضرت عائشہؓ کے ارشاد کے سلسلے میں بھی ہم پیچھے یہ لکھ آئے ہیں کہ اگرچہ ان کا یہ احساس تھا، لیکن علمائے صحابہ کی اکثریت اس سلسلہ میں ان کی ہم رائے نہیں تھی، اسی لیے ہمیں عہد صحابہ میں خواتین کی مسجد حاضری کا تسلسل قائم ملتا ہے، اگر ان کی یہ رائے عام صحابۂ کرام کی رائے ہوتی تو ہرگز وہرگز خواتین کی مسجد حاضری یوں جاری نہ رہتی،...... اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد جس روایت میں نقل ہوا ہے اس سے ہمیں یہ تفصیل بھی معلوم نہیں ہو پاتی کہ یہ جملے انھوں نے کسی واقعہ پر وقتی تأثر کے نتیجے میں ارشاد فرمائے تھے یا یہ ان کا مستقل موقف تھا؟

- ممانعت کے سلسلے کی اصل دلیل وہی ہے جو ہم نے دلائل کی فہرست میں سب سے پہلے ذکر کی ہے، یعنی یہ کہ خواتین کی مسجد آمد سے فتنہ کا اندیشہ ہے، لہٰذا ان کو مسجد آنے کی اجازت نہیں دی

جائے گی۔

اس دلیل اور ان فتاویٰ میں اس سے کیے جانے والے استدلال پر غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ خواتین کے لیے مسجد آنے کو ممنوع قرار دینے والے ان حضرات کے نزدیک بھی اصل حکم تو جواز کا ہی ہے، بس خوفِ فتنہ کے پیش نظر یہ حضرات اصل حکم میں تبدیلی کے قائل ہیں، حضرت عائشہؓ اور امام عینیؒ کا جو ارشاد ہم نے اوپر نقل کیا ہے اس سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ اور اسی لیے ہمارے اصحابِ افتا کے یہاں اس مسئلہ کی بابت حکم بیان کرتے ہوئے زمانہ کی برائیوں کا تذکرہ ضرور ملتا ہے۔

● فتنہ کا اندیشہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ:

اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ جس فتنہ کے پیش نظر خواتین کے لیے مسجد حاضری کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے اس کا خیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تھا، لیکن آپ نے اس کے سلسلے میں کچھ اور راہِ عمل اختیار کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بنا پر خواتین کو مسجد آنے سے روکا نہیں، بلکہ اس فتنہ کے اندیشہ کو کم سے کم تر کرنے کی تدابیر اختیار کیں، جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حکم دیا کہ وہ مسجد حاضری کے وقت ان اسبابِ زینت سے مکمل اجتناب برتیں جو کسی نامحرم کے لیے باعثِ کشش ہو سکتے ہیں، اس سلسلہ میں حدیث کی کتابوں میں آپؐ کا ایک عجیب وغریب ارشاد نقل فرمایا گیا ہے، جس سے اس سلسلے میں صحیح راہِ عمل کی مکمل راہ نمائی ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردوں! اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو، البتہ وہ مسجد حاضری کے وقت اسبابِ زینت کو اختیار نہ کریں'' (۱)، یعنی پرکشش کپڑوں اور خوشبو وغیرہ سے اجتناب کریں۔ اس ارشاد نبوی پر غور کیجیے تو اس سے وہ راہِ عمل واضح طور پر سامنے آجاتی ہے جس کا ہم نے اوپر تذکرہ کیا،

---

(۱) ابوداؤد: کتاب الصلاۃ، باب ماجاء في خروج النساء الی المسجد، حدیث نمبر: ۵۶۵۔

یعنی یہ کہ خواتین کی مسجد آمد پر پابندی لگائے جانے کے بجائے فتنہ کے امکانات کو کم سے کم کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔

۲- آپ ﷺ کے عہد میں چونکہ مرد اور عورتیں ایک ہی ہال میں نماز ادا کرتے تھے، اس لیے آپ نے یہ راہ نمائی کی کہ مرد مسجد کے اگلے حصہ سے اپنی صفیں بنانا شروع کریں، اور عورتیں پچھلے حصے سے، تاکہ اختلاط وفتنہ کے امکانات تقریبا معدوم ہو جائیں، ارشاد فرمایا: ''مردوں کے لیے بہترین صف اولین صف ہے، اور بدترین (یعنی سب سے کم فضیلت والی) آخری صف ہے، اور عورتوں کے لیے بہترین صف آخری صف ہے، اور بدترین (یعنی سب سے کم فضیلت والی) صف ان کی پہلی صف ہے''(۱)۔

۳- اسی حکمت (فتنہ کے اندیشہ کو کم سے کم کرنے) کے پیشِ نظر رسول اللہ (ﷺ) اس بات کا اہتمام فرماتے تھے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد عورتیں مسجد سے جلد چلی جائیں، ان کے چلے جانے کے بعد ہی آپؐ اور مرد صحابہ مسجد سے باہر نکلتے تھے(۲)۔

۴- اپنی مسجد میں خواتین کے داخلہ کے لیے آپؐ نے ایک مستقل دروازہ مخصوص فرما دیا تھا، تاکہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے فتنہ نہ پیدا ہو،(۳)۔

اس طرح آں حضرت (ﷺ) کا جو اسوہ ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ مرد وزن کے اختلاط یا ایک جگہ جمع ہونے سے جس فتنہ کا اندیشہ محسوس ہوتا ہے اس کی بنا پر خواتین کے لیے مسجد آنے کو ممنوع قرار نہ دیا جائے، بلکہ اس فتنہ کے امکانات کو کم سے کم تر کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔

(۱) مسلم: کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا، حدیث نمبر: ۴۴۰۔

(۲) بخاری: کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام، حدیث نمبر: ۸۶۶، اور باب صلاۃ النساء خلف الرجال، حدیث نمبر: ۸۷۰۔

(۳) ابوداؤد: کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ذلک، حدیث نمبر: ۵۷۱۔

اسی اسوہ پر عمل کرتے ہوئے آپؐ کے بعد جب حالات مزید احتیاط کے متقاضی ہوئے تو مزید احتیاطی تدابیر اختیار کی گئیں، مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک طریقہ یہ اختیار کیا کہ وہ خواتین کی اگلی صف میں عمر رسیدہ خواتین کو کھڑا کرواتے، اور جواں عمر خواتین کو یہ حکم دیتے کہ وہ خواتین کی پچھلی صف میں کھڑی ہوں (۱)۔

موجودہ عالم اسلام کی لاکھوں مساجد میں اسی طرح کی مزید احتیاطی تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ خواتین کے لیے مساجد میں مردوں سے الگ ہال کا انتظام کیا گیا، جس کا راستہ بھی الگ ہوتا ہے، اور اس طرح فتنہ کے اندیشہ کو مزید کم کر دیا گیا۔

● کیا فتنہ کا اندیشہ اتنا ہی شدید ہے؟:

خواتین کی مسجد حاضری کو ممنوع قرار دینے والے ہمارے مؤقر اصحابِ افتا کے فتاویٰ میں 'فتنہ' کے نہایت شدید اندیشہ کا اظہار کیا جاتا ہے، اور اسی کو ممانعت کی بنیاد بنایا جاتا ہے، جس کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر مسلم خواتین کو مساجد آنے کی اجازت دی گئی تو مساجد کے راستوں اور دروازوں پر نہایت ناپسندیدہ صورت حال پیش آجائے گی، فتنہ کا یہ اندیشہ کیا واقعی اتنا ہی شدید ہے جتنا ان فتووں میں ظاہر کیا جاتا ہے؟ ذیل کی چند سطروں میں اسی سوال کا صحیح جواب جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہمارے ملک میں سیکڑوں بلکہ شاید ہزاروں مساجد میں خواتین حاضر ہوتی ہیں، پورے عالم میں ایسی بلا مبالغہ لاکھوں مساجد ہوں گی لیکن وہاں اس طرح کا فتنہ نظر نہیں آتا، چند نہایت شاذ و نادر قسم کے واقعات شاید اس طرح کے پائے گئے ہوں، لیکن جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ان کی حیثیت نہایت شاذ و نادر کی ہوگی، جن پر کسی حکم کا مدار نہیں رکھا جا سکتا ہے۔

گزشتہ چند دہائیوں میں ہمارے یہاں طالبات کے مدارس بڑی تعداد میں قائم ہوئے ہیں، جن

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الصلاۃ، باب من قال خیر صفوف النساء آخرھا، حدیث نمبر: ۷۷۰۹۔

میں بلا مبالغہ روزانہ لاکھوں طالبات تعلیم حاصل کرتی ہیں، اور ہزاروں مدرسات پڑھاتی ہیں، لیکن اس قدر شدید فتنہ کہیں نظر نہیں آتا۔

دینی جلسوں، بیانات اور دروس قرآن جیسی مجلسوں میں 'خواتین کے لیے پردہ کے معقول انتظام' کا حوالہ دے کر خواتین کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے، اور وہ اپنے گھروں سے چل کر متعینہ مقامات تک آتی بھی ہیں، لیکن فتنہ کی یہ شدت کہیں نظر نہیں آتی۔

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ فتنہ کی جس 'شدید نوعیت' کی بنیاد پر خواتین کی مسجد حاضری کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے وہ ہمیں حقیقتِ واقعہ میں کہیں نظر نہیں آتی، بلکہ ایک موہوم شے محسوس ہوتی ہے۔

● ہمارے عہد کی خواتین:

ممانعت کے متعدد معاصر فتاویٰ میں یہ بات بھی مختلف الفاظ میں کہی گئی ہے کہ مسلم خواتین کو مسجد کے عنوان پر گھروں کے محفوظ ماحول سے باہر نکالنا کسی صورت صحیح نہیں ہے، اس طرح کی عبارتیں یقیناً نہایت حیرت ناک ہیں، ہمارے عہد کی خواتین کیا گھروں کی چار دیواری میں ہی رہتی ہیں، اور اس سے باہر نہیں نکلتی ہیں؟ کہ یہ خدشہ ظاہر کیا جائے کہ اگر مسجد آنے کی اجازت دی گئی تو اس کے نتیجے میں خانہ نشیں مسلم خواتین کا گھر سے باہر نکلنا لازم آئے گا، اور اس طرح ایک غلط نئی بات وجود میں آئے گی۔

صورت حال یہ ہے کہ مسلم معاشرہ کے تقریبا تمام ذی شعور گھرانوں کی لڑکیاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے روزانہ مدارس، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیز کا رخ کرتی ہیں، اور ہمارے اکثر علما اس کی ترغیب دیتے ہیں، بہت بڑی تعداد میں مسلم خواتین بازار جاتی ہیں، اعزہ واقربا کے گھر جاتی ہیں، روزانہ صرف ہمارے ملک میں بلا مبالغہ لاکھوں مسلم خواتین ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کا سفر کرتی ہیں، نہ جانے یہ کن خواتین کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ وہ گھر کے اندر ہی رہتی ہیں، انھیں مسجد آنے کی اجازت دے کر باہر نہ نکالا جائے۔

......پھر خواتین مسجد کیوں آئیں؟:

اس موضوع پر غور وفکر کرتے وقت ایک سوال فطری طور پر ذہن میں آتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ: متعدد احادیث میں آں حضرت ﷺ نے یہ بات فرمائی ہے کہ خواتین کے لیے گھر میں نماز ادا کرنا بہتر ہے، تو پھر خواتین مسجد کیوں آئیں؟

ہم نے جیسا کہ اوپر لکھا یہ ایک بالکل فطری سوال ہے جو اس مسئلہ پر غور وفکر کرتے وقت ذہن میں آتا ہے، لیکن اس سوال کا جواب رسول اللہ ﷺ کے ہی طرزِ عمل اور اسوہ میں پنہاں ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ اگر چہ آپؐ نے خواتین کے لیے گھر کی نماز کو زیادہ افضل بتایا تھا، لیکن آپؐ کی مسجد میں صحابیات حاضر ہوتی تھیں، پیچھے یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ ان صحابیات کی تعداد کم نہیں ہوتی تھی، بلکہ مسجد نبوی میں بظاہر کئی صفیں ان کی ہوتی تھیں، یہی نہیں کہ آپ ﷺ ان کے مسجد آنے پر کسی طرح کی نکیر نہیں فرماتے تھے، بلکہ مسجد میں ان کی آمد کے پیشِ نظر متعدد امور کا اہتمام فرماتے تھے، جن کا تذکرہ اوپر 'فتنہ کا اندیشہ اور رسول اکرم ﷺ کا اسوہ' کے زیر عنوان گزر چکا ہے، اسی کے ساتھ آپؐ نے مردوں کو واضح الفاظ میں یہ ہدایت بھی فرمائی تھی کہ وہ اپنے گھروں کی خواتین کو مسجد آنے سے نہ روکیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خواتین کے لیے گھر میں نماز کو افضل بتائے جانے کے باوجود عام خواتین نہیں صحابیات مسجد کیوں آتی تھیں، آپؐ ان کو منع کیوں نہیں فرماتے تھے، بلکہ مردوں سے کیوں یہ کہتے تھے کہ اپنے گھروں کی خواتین کو مسجد آنے سے نہ روکو؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مسجد صرف عبادت گاہ نہیں ہے، بلکہ وہ ایک بہترین تعلیم گاہ، تربیت کدہ اور دعوتی مرکز ہے، اس میں نہ آنا اصلاح، تعلیم وتربیت کے بے بدل نظام سے محرومی ہے، ہمارے آج کے اس گئے گزرے دور میں بھی مسجدیں اپنا یہ کردار ادا کرتی ہیں، آپ کو مسجد میں جتنے حضرات نماز کے پابند نظر آتے ہیں ان سے دریافت کیجیے کہ نماز اور دیگر دینی احکام کی پابندی کا یہ ذوق ان کے اندر

کہاں سے پیدا ہوا؟ اور دین داری کا یہ رجحان ان کے اندر کیسے پنپا؟ ان کی اکثریت کا جواب آپ کو مسجد کے اس کردار کا پتہ دے گا، وہ مسجد کے ماحول اور اس میں ہونے والے بیانات کا تذکرہ کریں گے، نہ جانے کتنے ایسے لوگ ہیں جو بے نمازی تھے، کوئی خاص دینی رجحان نہیں رکھتے تھے، بس جمعہ پڑھ لیتے تھے، مسجد میں ہونے والے کسی وعظ یا خطاب کو سنا، جس نے ان کو ہلا کر رکھ دیا، اور ان کی زندگی کا رخ بدل گیا، اب وہ ایک پابندِ شریعت مسلمان ہیں، یہی وجہ ہے کہ جن بستیوں اور آبادیوں میں مسجد ہوتی ہے ان کے افراد کا دینی حال ان مسلمانوں سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا ہے جن کی بستی میں مسجد نہیں ہوتی۔

ہم جب معاشرے کے کسی بھی حصے کے لیے مسجد کے دروازے بند کرتے ہیں اُس کو مسجد کے اِس خیرِ عظیم سے محروم کر دیتے ہیں، اور یہی اس وقت خواتین کے ساتھ ہو رہا ہے، ہم اس موقع پر صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں، یہ ایسی مثال ہے جس کا مشاہدہ غالبا قارئین میں سے ہر ایک نے اپنے گرد و پیش میں ضرور کیا ہوگا۔

گزشتہ دو تین دہائیوں سے ہمارے علما اور واعظین شادیوں کی بے جا رسموں کے خلاف تقریریں کرنے کا خاص اہتمام کر رہے ہیں، جمعہ کی نماز سے پہلے ہونے والے بیانات میں بار بار لوگوں کو جہیز اور شادی کے موقع پر ہونے والی خرافات سے روکا جاتا ہے، اب اس کا نتیجہ بھی نظر آنے لگا ہے، کچھ شادیاں ان غلط رسموں اور بے جا رسموں سے پاک ہونے لگی ہیں، اور ایسی شادیوں کی تعداد میں الحمدللہ مسلسل اضافہ ہی ہو رہا ہے، لیکن مسلم معاشرہ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ مردوں بالخصوص نوجوانوں کی ایک تعداد سادہ شادیاں کرنا چاہتی ہے، اور انھیں بالعموم گھر کی خواتین کی جانب سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، آخر اس کا سبب کیا ہے؟ ان نوجوانوں کے اندر شادیوں کے موقع کی بے جا رسموں کو ترک کرنے کا جذبہ کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ اور بالعموم خواتین کے اندر یہ کیوں نہیں پیدا ہو پاتا؟ درحقیقت ہمارے مردوں نے مساجد ہی میں ہونے والے خطابات میں بار بار اس موضوع پر دینی گفتگو سنی ہوتی

ہے جس میں ان کو سادہ اور سنت کے مطابق شادیاں کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اس لیے ان کے اندر یہ اچھا جذبہ پیدا ہوتا ہے، لیکن چونکہ ہماری خواتین ان خطابات میں حاضر نہیں ہوتیں اس لیے ان کے اندر یہ مبارک جذبہ بالعموم پیدا نہیں ہوتا، اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کو اس موقع پر گھر کی خواتین سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہ تو ایک مثال ہے، ورنہ مسجد کے اس 'خیر' سے خواتین کی محرومی کے متعدد نتائج ہماری نظروں کے سامنے ہیں، تقریباً ہر مسجد کے گرد وپیش میں آباد نوجوانوں کی ایک تعداد میں دینی اعتبار سے بڑی مبارک تبدیلی آتی ہے، ہمارا اپنا خود کا مشاہدہ ہے کہ اس تبدیلی کا تناسب نوجوان لڑکیوں میں نوجوان لڑکوں سے کہیں کم ہے، وجہ یہی ہے کہ نوجوان مردوں میں آنے والی اس تبدیلی میں بہت بڑا کردار مسجد کا ہوتا ہے، جب کہ صنفِ مخالف مسجد کے اس فیض سے محروم رہتی ہے۔

مسجد کے اس 'خیر' سے استفادہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے کتنا ضروری اور مفید ہے اس کا اندازہ رسول اکرم ﷺ کی ایک ہدایت سے ہوتا ہے، عید کی نمازوں میں خواتین کی شرکت کا حکم آپ ﷺ بہت تاکید کے ساتھ دیتے تھے، ایک صحابیہ نے غالباً اسی تاکید کی وجہ سے دریافت کیا کہ اگر کسی خاتون کے پاس جلباب (اوڑھنی) نہ ہو اور اس وجہ سے وہ عید کی نماز میں شرکت نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ تو نہ ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: کوئی دوسری خاتون اسے جلباب دے دے، اور وہ اس موقع کے 'خیر' اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو(۱)۔ بعض محدثین وشراح نے تشریح کی ہے کہ اس حدیث میں 'خیر' سے مراد عید کے موقع پر کیا جانے والا خطاب ہی ہے(۲)۔

اس 'خیر' کو آپ ﷺ خواتین کے لیے بھی کتنا لازمی وضروری جانتے تھے اس کا اندازہ اس سے

---

(۱) بخاری: کتاب العیدین، باب اذا لم یکن لها جلباب في العید، ۳۲۴۔

(۲) مثلاً ملاحظہ ہو: حاشیة السندي علیٰ سنن النسائی، حدیث: ۳۹۰۔

کرے کہ ایک مرتبہ عید کے موقع پر خطاب فرمانے کے بعد آپ بطور خاص وہاں موجود خواتین کے پاس گئے اور ان کو مزید وعظ فرمایا (۱)۔

اس پوری بات کو ہم یوں بھی سمجھ اور کہہ سکتے ہیں کہ ہر مسلمان مرد وعورت کے دینی حال میں بہتری وترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ کچھ وقت وہ خالص دینی ماحول میں گزارے، اور یہ ہماری ہی ضرورت نہیں ہے حضراتِ صحابۂ کرام بھی اس کی ضرورت محسوس فرماتے تھے، حضرت معاذ بن جبل جیسے جلیل القدر صحابی بھی اپنے ایک ساتھی سے کہا کرتے تھے: آؤ بیٹھو تھوڑی دیر اپنا ایمان تازہ کریں (۲)، یہ حضرت معاذ بن جبل ہیں، عظیم ترین علمائے صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے، رسول اکرم ﷺ کے نہایت معتمد ہیں، اور وہ بھی اس کی ضرورت محسوس فرما رہے ہیں کہ وہ دوسروں کے ساتھ ایک دینی مجلس منعقد کریں جس میں ایمان تازہ کرنے والی باتیں ہوں اور اس طرح وہ اپنی ایمانی کیفیت میں بہتری لائیں، معروف تابعی امام حضرت علقمہؒ بھی اپنے شاگردوں سے کہتے: آؤ چلو، اپنی ایمانی کیفیت میں اضافہ کریں (۳) جب ان حضرات صحابہ وتابعین کو اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ وہ کچھ دیر اپنے عام ماحول سے الگ خالص دینی ماحول میں گزاریں تو ہم جیسوں کے ایمانی حال کو اس کی کس قدر ضرورت ہوگی۔

امت کی غالب ترین اکثریت کے لیے مسجد ہی وہ جگہ ہے جہاں جا کر وہ دینی ماحول میں کچھ وقت گزار سکے، کوئی اور جگہ یا مقام اس کا متبادل نہیں ہے، جو افراد مسجد نہیں آتے وہ اس خیرِ کثیر سے محروم رہتے ہیں، ایسے لوگ مسجد نہ آ کر صرف جماعت سے نماز کی ادائیگی کی فضیلت سے ہی محروم نہیں رہتے،

---

(۱) بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ الممتحنۃ، حدیث: ۴۸۹۵۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الایمان والرؤیا، باب، ۳۱۰۰۲۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الایمان والرؤیا، باب، ۳۰۹۹۹]

ایمانی ماحول اوراس کی برکتوں سے بھی محروم رہتے ہیں۔......اس ایمانی ماحول اوراس کی برکتوں کی ضرورت صرف مردوں کونہیں،عورتوں کو بھی ہے۔

بعض برادران کہتے ہیں کہ خواتین کے لیے مسجد کے علاوہ بھی تو کہیں ایسی مجلسیں منعقد ہوسکتی ہیں، جیسے محلّہ کے کسی گھر میں یا کسی اور جگہ،اس کے لیے مسجد ہی کی کیا ضرورت ہے؟

ایسے برادران سے عرض ہے کہ:

۱- جس طرح مردوں کے لیے کوئی اور مقام مسجد کا کامیاب وعملی طور پر آسان متبادل نہیں ہوسکتا اسی طرح خواتین کے لیے بھی نہیں ہوسکتا، تجربہ اس کا شاہد ہے۔

۲- کیا آپ کو جس فتنہ کا ڈر مسجد میں خواتین کی آمد سے لگ رہا ہے، وہ کسی اور مقام پر جانے سے مانع نہ ہوگا، یہ کیسا فتنہ ہے جو مدارس واسکولوں میں جانے سے مانع نہیں ہوتا، کسی پڑوسی کے گھر میں جانے سے نہیں روکتا، کسی دینی جلسہ اور درس کے حلقہ سے باز نہیں رکھتا، بس مسجد کا نام آتے ہی ہمیں اس کی موہوم شدید نوعیت کا احساس ہونے لگتا ہے۔

پھر تعلیم گاہوں سے لے کر ٹیلی ویزن اور موبائل تک کے تمام وسائل شرک کی تبلیغ کے ذرائع بنے ہوئے ہیں، عصری تعلیم کے تقریبا تمام اداروں کا نصاب دیو مالائی تہذیب کا ترجمان ہے، ذرائع ابلاغ روز وشب شرک کی تبلیغ کرتے ہیں، اسلامی عقائد واحکام کے خلاف مہم چلاتے ہیں، زمانہ کا ماحول آخرت سے غافل اور زینتِ دنیا کا اسیر کرنے والا ہے، حیا سوز مغربی تہذیب کا ہر سو بول بالا ہے، اکثر مسلم خانوادوں کا دینی حال بھی ایسا نہیں کہ وہ اس کا مقابلہ کرسکیں، ان میں پروان چڑھ رہی موجودہ نسل (کے مرد وزن) کے لیے اس زہر کا تریاق کہیں ہے تو وہ مسجد ہے، اور اسے وہیں سے محروم کر دینا کس قدر خطرناک ہے اس کا اندازہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس کو زمانہ کے چیلنجس کا ادراک ہو۔

اس پوری تفصیل سے امید ہے کہ یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ خواتین کی مسجد حاضری کی ضرورت

کیا ہے؟ اور ان کے مسجد نہ آنے سے کیا نقصان ہے؟

یہ صحیح ہے کہ خواتین کے لیے ان کی ذمہ داریوں کے پیش نظر تمام اوقات کی نمازوں میں مساجد کی حاضری ممکن نہیں، اور اسی لیے شریعت نے ان کے لیے مردوں کی طرح باجماعت نماز کی ادائیگی کا مؤکد حکم نہیں دیا، اس لیے ان کو تمام نمازوں میں مسجد حاضری کا حکم دینا صحیح نہیں، لیکن کم از کم جمعہ وعیدین اور گاہ بگاہ دوسری نمازوں میں مساجد حاضری اور وہاں کے خیر سے استفادہ اکثر مسلم خواتین کے لیے بے پناہ دینی خیر کا باعث ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کی ہے کہ خواتین کی مسجد آمد کے سلسلے میں اس طرح کی احتیاطی تدابیر بھی ہمیں اختیار کرنی چاہییں جن کا تذکرہ ہم نے 'فتنہ کا اندیشہ اور رسول اکرم ﷺ کا اسوہ' کے زیر عنوان کیا ہے۔

حاصلِ مطالعہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا اس کا حاصل آخر میں عرض کردیا جائے۔

- مسجد صرف عبادت گاہ نہیں ہے، بلکہ وہ ایک بہترین تعلیم گاہ، تربیت کدہ اور دعوتی مرکز ہے، اس میں نہ آنا اصلاح، تعلیم وتربیت کے بے بدل نظام سے محرومی ہے۔
- رسول اللہ ﷺ کی مسجد مدنی معاشرہ کی پوری دینی زندگی کا محور تھی، جہاں آپؐ کی موجودگی اور آپؐ کی عدم موجودگی میں مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کا کام ہوتا تھا۔
- آپؐ کی مسجد میں خواتین بھی بڑی تعداد میں حاضر ہوتی تھیں، وہ باجماعت نمازوں میں شرکت کرتیں، خطبات سنتیں، اور مجالسِ وعظ وارشاد سے مستفید ہوتیں۔
- آپؐ کی حیات میں بعض حضرات کو خواتین کی مسجد آمد کے سلسلے میں تردد تھا، لیکن آپؐ نے ان کو واضح حکم دیا کہ وہ اپنی خواتین کو مسجد آنے سے نہ روکیں۔
- خواتین کی مسجد آمد کا سلسلہ عہد نبوی کے بعد بھی جاری رہا، یہ سلسلہ آج تک عالمِ اسلام کے اکثر حصہ میں جاری ہے۔ حضرت عمرؓ کی جانب سے اس کو ممنوع قرار دیے جانے کی جو بات ہمارے یہاں شہرت پا گئی ہے بے دلیل وبے بنیاد ہے۔
- دیگر فقہا کی مانند متقدم فقہائے احناف بھی اس کو جائز مانتے تھے۔
- آج بھی ترکی، مصر وعراق جیسے ممالک میں علمائے احناف خواتین کو مسجد آنے سے نہیں روکتے۔

- ہمارے اصحابِ افتا خواتین کے لیے مسجد حاضری کو ممنوع (مکروہِ تحریمی) قرار دیتے ہیں، اس فتوے کی بنیاد صرف 'فتنہ کا اندیشہ' ہے۔
- اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ یہ ہے کہ 'فتنہ کے اندیشہ' کے پیش نظر خواتین کی مسجد آمد کو ممنوع قرار نہ دیا جائے، بلکہ اس فتنہ کے امکانات کو کم سے کمتر کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ اس اسوہ پر عمل کرتے ہوئے عالمِ اسلام کے اکثر ممالک میں ایک زمانہ سے خواتین کے لیے مسجدوں میں الگ ہال اور الگ دروازے کا اہتمام کیا گیا ہے، اور یہ تدبیر کافی ثابت ہوئی ہے، فتنہ کی جس 'شدید نوعیت' کو بنیاد بنا کر خواتین کے لیے مسجد حاضری کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے وہ ان مساجد میں ہمیں کہیں نظر نہیں آتی، اور اس طرح ایک بے حقیقت وموہوم شے ثابت ہوتی ہے، جس کو حکم کا مدار بنانا کسی صورت صحیح نہیں ہوسکتا۔
- خواتین کی عمومی دینی اصلاح کے لیے بھی مسجد کا وجود اور وہاں ان کی گاہے بگاہے حاضری لازمی وضروری ہے، اس کا کوئی قابلِ عمل متبادل نہیں ہے۔